ڈاکٹر محمد آصف اعوان
شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

مولانا غلام رسول مہر- بحیثیت سیاست دان

This article reveals the fact that Moulana Ghulam Rasool Mehar, though a great Urdu writer and journalist, was also an active political worker and he, as such, contributed a lot at every stage of the movement of Pakistan. He devoted all of his faculties to serve the Muslims of India. He believed that only a separate homeland can assure real freedom. He stood for the ideology and became mouthpiece of Muslims of India. It was he who framed the comprehensive 'Pakistan Scheme' In February, 1940, on the basis of which manuscript of 'Pakistan Resolution' was prepared.

۱۸۵۷ء کے بعد مسلم معاشرے میں دو پہلوؤں سے خاص طور پر حسّاسیت نمایاں ہوئی۔ ایک مذہب اور دوسرا سیاست ۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو سیاسی لحاظ سے ہی مغلوب نہیں کیا بلکہ مسلم معاشرت کی مذہبی ساخت کو بھی متاثر کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس دور میں دین اور وطن سے محبت رکھنے والے ہر حسّاس ذہن نے نہ صرف اس بات کو محسوس کیا بلکہ اس کے خلاف شدید ردّ عمل کا اظہار بھی کیا۔ یہی وہ ماحول تھا جس کے اثرات مولانا مہر کے ذہن وقلب پر بھی مرتب ہوئے جس کے باعث ''مہر صاحب کو زمانہ ء طالب علمی ہی میں سیاست اور مذہب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔''[۱]

مولانا ابوالکلام آزاد نے ''تحریک نظم جماعت'' اور ''حزب اللہ'' کے نام سے دو تحریکوں کا آغاز کیا جن کا مقصد قوم کی شیرازہ بندی کرنا اور اُس کے اندر آزادی کا جذبہ بیدار کرنا تھا۔ مولانا مہر ابھی طالب علم ہی تھے کہ جب اُنھوں نے ''حزب اللہ'' کی باقاعدہ رکنیت اختیار کر لی۔ ''حزب اللہ'' میں شمولیت مولانا کو بہت مہنگی پڑی کیوں کہ جب مولانا حیدرآباد دکن میں انسپکٹر آف مدارس تھے تو دورِ طالب علمی میں ''حزب اللہ'' سے وابستگی کا انکشاف ہی اُن کے لیے ملازمت سے علاحدگی کا اصل باعث ہوا۔

۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت اپنے پورے زوروں پر تھی۔ مولانا مہر نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ اس سلسلے میں مولانا نے چند دوستوں کو ساتھ ملا کر جالندھر میں '' خلافت کمیٹی جالندھر'' کے نام سے ایک فورم قائم کیا ۔ خود اس فورم کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور تحریک خلافت کے اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے سرتوڑ کوشش کی۔

مالک رام لکھتے ہیں :

''۱۹۲۰ء میں مہر صاحب حیدر آباد سے ملازمت ترک کر کے واپس پنجاب چلے آئے یہ کانگریس اور خلافت کی تحریکوں کے شباب کا زمانہ تھا۔ یہ بھی وطن پہنچ کر خلافت کی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے اور بالآخر جالندھر خلافت کمیٹی کے سیکرٹری مقرر ہوگئے۔''[۲]

مولانا مہر جب۱۹۲۲ء میں ''زمیندار'' سے منسلک ہوئے تو شروع شروع میں اُن کا ارادہ اخبار سے مستقل وابستگی کا نہ تھا۔ تاہم بعدازاں مولانا نے یہ محسوس کیا کہ یہ ایک ایسا پلیٹ فارم ہے کہ جس سے وابستہ رہ کر وہ دین اور ملت کی پرخلوص خدمت کر سکتے ہیں، ہندی مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کی جنگ لڑ سکتے ہیں، عامۃ المسلمین کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور اُن میں آزادی وحریت کا جذبہ بیدار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ اُن کے لیے :

''زمیندار محض ایک روزنامہ اخبار ہی نہیں تھا بلکہ ملک وملت کی خدمت کے ایسے ادارے کی حیثیت اختیار کر چکا تھا جسے دعوتِ حق و انصاف کے لیے قائم رکھنا بجائے خود ایک اہم قومی وملی فریضہ بن گیا تھا۔ اس وجہ سے میں نے مستقل وابستگی کا فیصلہ کرلیا۔''[۳]

<u>سائمن کمیشن پر مولانا مہر کا موقف:</u>

حکومتِ برطانیہ نے ۸ نومبر ۱۹۲۷ء میں سرجان سائمن کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کیا جس کا نام سائمن کمیشن تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کی آئندہ دستوری اصلاحات کے لیے سفارشات مرتب کی جائیں۔ کانگرس نے سائمن کمیشن کی مخالفت کی۔ مسلم لیگ اس موقع پر دو دھڑوں میں بٹ گئی، جناح لیگ اور شفیع لیگ۔ جناح لیگ نے سائمن کمیشن کی مخالفت کا فیصلہ کیا جب کہ شفیع لیگ کے صدر سر محمد شفیع کا مؤقف یہ تھا:

''کمیشن ہندو اکثریت کے سیاسی مفادات نظر انداز نہیں کرسکتا اس لیے ان کے مقاطعہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن مسلمان اگر کمیشن کی مخالفت کرتے تو وہ انگریز ارکان، جن سے سیاسی رعایتیں مطلوب تھیں اور مسلمانوں کی حق تلفی کے ازالے کا امکان تھا، کمیشن سے عدم تعاون کی بنا پر محروم رہ جاتے۔''[۴]

علامہ محمد اقبال اور مولانا غلام رسول مہر دونوں شفیع لیگ کے اس مؤقف کے حامی تھے۔ مولانا مہر نے ''انقلاب'' کے ذریعے اس موقف کا اظہار کیا کہ اگر ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی سمجھوتہ طے پا جائے اور کانگرس اخلاص کے ساتھ اس بات کا عہد کرے اور مسلمانوں کو اس اعتماد میں لے کہ وہ انھیں کسی بھی مشکل وقت میں تنہا نہ چھوڑے گی تو سائمن کمیشن کا ان دونوں کی طرف سے مشترکہ بائیکاٹ سود مند ہوسکتا ہے مگر اندریں حالات ہندوؤں کا مسلمانوں کی طرف بے اعتنائی کا رویہ اس قابل نہیں کہ مسلمان ہندوؤں کی تقلید میں کمیشن کا بائیکاٹ کریں اور اپنے آئینی حقوق کے تحفظ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ مولانا مہر ''انقلاب'' کے اداریے میں رقم طراز ہیں :

''سمجھوتہ اصل شے ہے اگر یہ جلد پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے تو ملک دنوں میں ایک مرکز پر جمع ہوسکتا ہے۔ ہم مسلمانوں

کو حکومت کی طرف لے جانا نہیں چاہتے لیکن ان کے حقوق کی طرف سے غافل بھی نہیں ہوسکتے۔ ہم حکومت سے نہیں بلکہ ہندوؤں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ سمجھوتے کی اہمیت کو محسوس کریں جب تک یہ نذرِ تغافل ہوتا رہے گا ہمارے یا کسی دوسرے کے شورِ مقاطعہ سے کمیشن کی کامیابی کا راستہ بند نہ ہوسکے گا۔"[۵]

نہرو رپورٹ کی مخالفت:

جب ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ منظر عام پر آئی تو ہندو ذہنیت آشکارا ہوگئی۔کانگرس نے نہرو رپورٹ کے روپ میں مسلمانوں کے حقوق کچلنے کی جو کوشش کی تو مہر کے اداریے اس کا زبردست توڑ ثابت ہوئے۔[۶] بشیر احمد ڈار لکھتے ہیں:

"نہرو رپورٹ کے شائع ہوتے ہی مہر صاحب نے "انقلاب" میں مسلسل اداریے لکھنے شروع کیے۔ ان کی بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ مولانا جذبات کو اُبھارنے کے بجائے ٹھوس دلائل پیش کرتے تھے اور جو بات کہتے اور جس موقف کی حمایت کرتے اُس کے لیے معقول دلائل سامنے لاتے اور اعداد وشمار کی فہرستوں سے اپنے قارئین کو قائل کرنے کی کوشش کرتے۔ ان اداریوں نے مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ اُن کے مستقبل کا دارومدار ایک علاحدہ سیاسی تنظیم سے وابستہ ہونے پر ہے جو مسلمانوں کی ہو اور مسلمانوں کے ملی مفاد کے لیے کام کرے۔"[۷]

آل انڈیا مسلم کانفرنس:

نہرو رپورٹ نے مسلمانوں کو چوکس اور منظم کردیا۔ چنانچہ سر آغا خان کی صدارت میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ کانفرنس ۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء کو دہلی میں منعقد ہوئی۔ مولانا غلام رسول مہر بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور بعدازاں اُنھوں نے "انقلاب" میں کانفرنس کے متعلق لکھا:

"خدا کا شکر ہے کہ کانفرنس حسبِ توقع کامیاب ہوئی۔ اس کے فیصلوں نے مسلمانوں کی رائے واضح کردی۔ نہرو رپورٹ کے متعلق مسلمانوں کا زاویہ نگاہ قطعی وحتمی طور پر ظاہر ہوگیا اور انقلاب نے ۱۹ -اگست ۱۹۲۸ء کو جو کام شروع کیا تھا، اُسے ایزدِ برتر وتوانا نے کامیاب نتائج سے مشرف ومفتخر فرمایا۔"[۸]

مسلم لیگ کو متحد کرنے میں کردار:

مسلم لیگ دو دھڑوں جناح لیگ اور شفیع لیگ میں منقسم ہوچکی تھی۔ جناح لیگ کے صدر قائداعظم محمد علی جناح اور سیکرٹری ڈاکٹر سیف الدین کچلو تھے جب کہ شفیع لیگ کے صدر سر محمد شفیع اور سیکرٹری ڈاکٹر محمد اقبال تھے۔ان دونوں لیگوں کو متحد کرنے میں جن لوگوں نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں مولانا مہر اور عبدالمجید سالک ہیں۔ مولانا مہر کو مسلم لیگ کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کا انتہائی دُکھ تھا۔ اُن کی خواہش تھی کہ مسلم لیگ کے دونوں دھڑے پھر سے یکجا ہوجائیں تاکہ مسلمان متحد ومنظم صورت میں اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرسکیں۔ مولانا مہر اپنے ایک اداریے میں رقم طراز ہیں:

"ضروری چیز یہ ہے کہ اسمبلی میں ایک متحدہ مسلم پارٹی بنائی جائے اور ہر مسلمان ممبر اسمبلی اس میں شریک ہو۔

مسلمانوں کا متحدہ مطالبہ سب کا محور ہو اور سب اس کے لیے متحدہ کوشش فرمائیں۔"[۹]

مدیران انقلاب مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک ہی کی کوششوں سے آخر جناح لیگ کے سیکرٹری ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور شفیع لیگ کے سیکرٹری علامہ محمد اقبال کے درمیان ملاقات ہوئی تا کہ باہمی اختلافات کو رفع کر کے اتحاد کی راہ ہموار کی جا سکے۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں :

"دو متوازی لیگوں کو اکٹھا کرنے میں بھی "انقلاب" نے نمایاں حصہ لیا۔ علامہ اقبال اور ڈاکٹر کچلو کے درمیان ابتدائی بات چیت مدیرانِ انقلاب ہی نے کرائی۔"[۱۰]

جب مسلم لیگ متحد ہوگئی تو روزنامہ "انقلاب" نے اس اتحاد کو ایک نہایت قابل تحسین اقدام قرار دیتے ہوئے قوم کو مبارک باد پیش کی اور "دونوں مسلم لیگیں متحد ہوگئیں" کے عنوان سے ایک شان دار اداریہ تحریر کیا۔ یہ اس اتحاد ہی کی برکت تھی کہ مولانا مہر نے قائداعظم کے ساتھ مل کر آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید رقم طراز ہیں:

"۱۹۳۸ء میں قائداعظم نے غیر ممالک میں لیگ کے مؤقف کی نشر و اشاعت کے لیے ایک فارن سب کمیٹی نامزد کی جس کے صدر سیٹھ عبداللہ ہارون تھے اور سیکرٹری پیر علی محمد راشدی۔ اس کمیٹی کی فرمائش پر مولانا مہر نے مسلمانانِ ہند کی سیاسی جدوجہد اور لیگ کے مؤقف پر ایک کتابچہ لکھا جس کا عربی ترجمہ مختلف عرب ممالک میں تقسیم کیا گیا۔"[۱۱]

اسی کتابچہ کے متعلق خلیل الرحمٰن داؤدی لکھتے ہیں :

"سیٹھ صاحب (سیٹھ عبداللہ ہارون) کی فرمائش پر مہر صاحب نے ایک رسالہ "سیاسیات اسلامیانِ ہند" بھی لکھا۔ مہر صاحب نے ۷۰ صفحات کے اس رسالہ میں حیرت انگیز اختصار اور جامعیت کے ساتھ مسلمانانِ ہند کے قومی حسیات کی پوری تاریخ بیان کردی۔ یہ رسالہ آل انڈیا مسلم لیگ کے دفتر اُمورِ خارجہ نے ۱۱ جولائی ۱۹۳۹ء کو شائع کیا۔ ایسی ہی اثر آفریں تحریروں نے پوری قوم کو ایک مرکز پر جمع کر دیا۔"[۱۲]

<u>خطبہ الہ آباد اور مولانا مہر:</u>

مولانا مہر کے سیاسی شعور کی آبیاری میں علامہ محمد اقبال کی فکر و نظر کا ایک اہم کردار ہے۔ جب اقبال نے ۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو الہ آباد کے مقام پر خطبہ دیا تو مسلمانوں پر اُن کا سیاسی مستقبل اور منزل واضح ہوگئی۔ مولانا مہر نے اس خطبے کا اُردو میں ترجمہ کیا اور اس ترجمہ کو "انقلاب" میں شائع کیا۔ اگرچہ ہندو سیاست دانوں نے اقبال کے خطبہ الہ آباد کی شدید مخالفت کی تاہم مولانا مہر نے خطبہ الہ آباد کے حق میں کئی ایک اداریے اور مضامین تحریر کیے۔ اپنے ایک اداریے میں لکھتے ہیں :

"اگر مسلمانوں کے تمام مطالبات جو اقل قلیل ہیں منظور کر لیے جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پنجاب، صوبہ سرحد، بلوچستان اور سندھ میں وہ اپنی اکثریت کی وجہ سے غالب رہیں گے اور ہندوستان بھر کی ہندو اکثریت اُن کے اس غلبہ و اقتدار میں دست اندازی نہ کر سکے گی۔ علامہ اقبال بھی اس کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ اُنھوں نے صرف اتنا اضافہ فرمایا

ہے کہ یہ اسلامی صوبے متحد ہوکر ایک اسلامی سلطنت کے قیام کا نصب العین اپنے سامنے رکھیں اور اکثریت کی صورت میں یہ نصب العین کسی طرح بھی غیر حق بجانب قرار نہیں دیا جا سکتا۔" [۱۳]

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید رقم طراز ہیں :

"خطبہ الہ آباد کے بعد اُن کی ادارتی تحریریں دو متوازی خطوط پر چلنے لگیں۔ ایک طرف علاحدہ مسلم مملکت کے قیام کی جانب اور دوسری طرف عبوری دور میں قائداعظم کے چودہ نکات کی جانب۔ تا آنکہ قرار دادِ لاہور نے مسلمانوں کا نصب العین بالکل واضح کر دیا۔ مولانا نے قراردادِ لاہور کے حق میں اور پنجاب بنگال کی تقسیم کے خلاف جتنے محققانہ مقالاتِ افتتاحیہ لکھے، ہم عصر عصری صحافت میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔" [۱۴]

دوسری گول میز کانفرنس:

ستمبر ۱۹۳۱ء میں لندن میں دوسری گول میز کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لیے علامہ اقبال کو بھی مدعو کیا گیا۔ مولانا غلام رسول مہر نے اس موقع پر اقبال کے ساتھ انگلستان کا سفر کیا۔ مولانا کے انگلستان جانے کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ وہ کانفرنس کی کارروائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور دوسرا یہ کہ مسلمان مندوبین کی سہولت کے لیے ضروری معلومات فراہم کریں۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے نزدیک کانفرنس کے موقع پر مولانا کو انگلستان اس لیے ساتھ لے جایا گیا:

"مولانا صاحب اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کی وجہ سے پرائیویٹ طور پر علامہ اقبال اور دوسرے ارکانِ کانفرنس کے لیے موجب تقویت رہیں گے۔" [۱۵]

مولانا مہر کے انگلستان جانے کے بعد عبدالمجید سالک نے روزنامہ "انقلاب" کے اداریہ میں لکھا:

"مولانا غلام رسول مہر کو سیاسیاتِ ہند اور مسائل اسلامی بالخصوص شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی زندگی اور اُن کے مستقبل کے متعلق جو بصیرتِ تامہ حاصل ہے وہ قارئین انقلاب سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے علاوہ اس سفر میں اعداد و شمار اور حقائق و واقعات کا جو دفتر اپنے ساتھ لے گئے ہیں وہ گول میز کانفرنس کے مسلمان مندوبین کے لیے بے حد گراں بہا اور مفید ثابت ہوگا اور ان شاء اللہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں پیش آئے گا جس کے متعلق مہر صاحب بہترین اور صحیح ترین معلومات مسلمان مندوبین کی خدمت میں پیش نہ کر سکیں۔ اس لیے یقین رکھنا چاہیے کہ لندن میں مہر صاحب کی موجودگی اسلامی مطالبات کی تقویت کا باعث ہوگی اور مسلمانوں کے پرائیویٹ مشیروں میں اُن کی معلومات بے حد کار آمد ثابت ہوں گی۔" [۱۶]

جداگانہ انتخاب کے مطالبہ کی پرزور حمایت:

جداگانہ انتخاب کا مطالبہ مسلمانوں کی جداگانہ شناخت کا ذریعہ اور اُن کے سیاسی حقوق کی پاسبانی کا واحد راستہ تھا۔ چنانچہ سب مسلمان اس مطالبے میں برابر کے شریک تھے۔ تاہم ہندو مسلم اتحاد کے نام پر بعض مسلمان حلقوں اور خاص طور پر جب نواب آف

بھوپال سرحمید اللہ خاں نے مسلمان رہنماؤں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ جداگانہ انتخاب کے مطالبے سے دست بردار ہو جائیں تو ''انقلاب'' نے اس مساعی کی بھرپور مخالفت کی ۔ مولانا غلام رسول مہر نے '' انقلاب'' کے ایک اداریے میں اعلیٰ حضرت سرحمید اللہ خاں اور اُن کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا :

''پنجاب کے مسلمان اس وقت جداگانہ انتخاب کے سوا کسی فیصلے کو قبول نہیں کریں گے لہٰذا مذکورہ بالا حضرات کو نہ اپنی طرف سے کوئی نیا فارمولہ پیش کرنا چاہیے اور نہ کوئی نیا فارمولہ قبول کرنا چاہیے۔''[۱۷]

سرعبداللہ ہارون کا اعتراف:

۱۹۳۸ء میں سرعبداللہ ہارون کے ایما پر سندھ صوبائی مسلم لیگ کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا تاکہ سندھ کی صوبائی اسمبلی میں کانگرس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی پارلیمانی جماعت کے قیام کے حوالے سے مشاورت کی جا سکے۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لیے بہت سے سرکردہ مسلمان رہنما کراچی پہنچے۔ اس سلسلے میں مولانا غلام رسول مہر بھی ستمبر ۱۹۳۸ء میں کراچی آئے اور انھوں نے سرعبداللہ ہارون کے ہاں قیام کیا۔ اس موقعے پر سرعبداللہ ہارون نے پیر علی محمد راشدی سے مولانا مہر کا تعارف کراتے ہوئے کہا :

''یہ ہیں مولانا غلام رسول مہر ایڈیٹر ''انقلاب'' لاہور ، انھوں نے اور ان کے ساتھ مولانا عبدالمجید سالک نے مل کر موجودہ دور کے مسلمانوں کی تاریخ بنائی ہے۔ ہندوستان اور خاص طور سے مسلمانوں کی سیاست کے یہ دورِ حاضر کے سب سے بڑے ایکسپرٹ ہیں۔ ان کو میں نے یہاں آنے کی تکلیف اس مقصد سے دی ہے کہ ہماری کانفرنس کے پیش نظر ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں ان سے مشورہ کیا جائے۔''[۱۸]

مولانا مہر کی پاکستان اسکیم :

سرعبداللہ ہارون اور مولانا مہر نے باہمی مشاورت سے یہ طے کیا کہ اب تک ایک الگ مسلم ریاست کے قیام کے حق میں جتنی تجاویز آ چکی ہیں، اُن سب کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور نظریہ پاکستان کے جواز اور مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کے قیام کے حق میں ایسی جامع اسکیم مرتب کی جائے کہ جس کی افادیت اور معقولیت کا ہر ایک کو قائل ہونا پڑے۔ یہ کام مولانا غلام رسول مہر کے سپرد ہوا۔ مولانا نے اس کام کی تکمیل کے لیے سات ماہ دہلی میں قیام کیا۔ اس دوران میں انھوں نے مسلمان زعما سے اپنا رابطہ برقرار رکھا اور ہندوستان کی تاریخ ، سیاست اور جغرافیے پر سیر حاصل مطالعہ کیا۔ مزید برآں سرکاری ذرائع سے بھی ایسا مواد اکٹھا کیا جس سے نہ صرف اس اسکیم کو تیار کرنے میں مدد ملی بلکہ اس کے جواز اور قدر و اہمیت کو بھی تقویت حاصل ہوئی۔ آخر مولانا کی دن رات کی محنت سے آزادی کی یہ اسکیم جسے پاکستان اسکیم کا نام دیا گیا، فروری ۱۹۴۰ء میں مکمل ہوئی۔

قراردادِ پاکستان:

پاکستان اسکیم کی تیاری کے تقریباً ایک ماہ بعد قراردادِ پاکستان منظور ہوئی۔ حمزہ فاروقی رقم طراز ہیں :

''مہر کی پاکستان اسکیم کی بنیاد پر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قراردادِ لاہور کا مسودہ تیار کیا گیا۔''[۱۹]

مولانا مہر نے روزنامہ ''انقلاب'' میں اس قرار داد کی حمایت میں کئی اداریے تحریر کیے۔ مولانا خلیل الرحمٰن داؤدی لکھتے ہیں :

''۱۹۴۰ء میں لیگ نے پاکستان کی قرارداد منظور کر لی تو 'انقلاب' ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اس نے اس تحریک کو پوری قوم میں زیادہ سے زیادہ ہر دل عزیز بنایا۔''[۲۰]

مولانا مہر اک اداریے میں لکھتے ہیں :

''پاکستان ہماری آزادی کا دوسرا نام ہے۔ ہم آزادی کے لیے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جو ہمارے امکان میں ہے اور کسی ایسے دستورِ آزادی کو ایک لمحہ کے لیے بھی قبول نہیں کریں گے جس کی بنیاد واساس پاکستان نہ ہو۔''[۲۱]

مولانا غلام رسول مہر کی سیاست کا مرکز ومحور مسلمانوں کی فلاح وبہبود تھا۔ وہ تحریک پاکستان کے ایک سرگرم کارکن تھے۔ اُنھوں نے نظریاتی اور عملی ہر دو محاذوں پر حصول آزادی کی جنگ لڑی، اور اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں مسلمانوں کے حقوق کی پاسبانی اور حصول پاکستان کے لیے صرف کر دیں۔ اُن کا پختہ ایمان تھا کہ پاکستان کی صورت میں ایک الگ وطن کا قیام ہی مسلمانوں کی آزادی کی ضمانت بن سکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ مضمون: ''غلام رسول مہر''، از خلیل الرحمٰن داؤدی، مشمولہ: ''نقوش (شخصیات نمبر)''، ص ۶۴۲

۲۔ مضمون: ''غلام رسول مہر'' از مالک رام، مشمولہ: ''وہ صورتیں الٰہی''، مکتبہ اردو ادب، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۲۴۱

۳۔ مضمون: ''اپنی کہانی اپنی زبانی''، از مولانا غلام رسول مہر، مشمولہ ہفت روزہ ''چٹان''، ص ۱۳

۴۔ محمد حمزہ فاروقی، ''مہر اور اُن کا عہد''، ص ۱۰۸

۵۔ روزنامہ ''انقلاب''، اداریہ، جلد: ۲، شمارہ: ۱۷۸، یک شنبہ، ۵ فروری ۱۹۲۸ء

۶۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، ''وے صورتیں الٰہی''، قومی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۳۶۴

۷۔ مضمون: ''غلام رسول مہر (چند یادیں چند تاثرات)''، از بشیر احمد ڈار، مشمولہ: ''ادبی دنیا (وحشت نمبر)''، لاہور

۸۔ روزنامہ ''انقلاب''، جلد: ۳، شمارہ: ۱۶۶، جمعہ، ۵ فروری ۱۹۲۹ء

۹۔ ایضاً، ۶ مارچ، ۱۹۳۰ء

۱۰۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، ''صحافت پاکستان وہند میں''، مکتبہ کارواں، لاہور، اشاعت دوم، س ن، ص ۲۴۱

۱۱۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، ''وے صورتیں الٰہی''، ص ۳۶۶

۱۲۔ مضمون: ''غلام رسول مہر''، از خلیل الرحمٰن داؤدی، مشمولہ: ''نقوش (شخصیات نمبر)''، ص ۶۴۴

۱۳۔ روزنامہ ''انقلاب''، جلد: ۵، شمارہ: ۱۷۷، یک شنبہ، ۱۱ جنوری ۱۹۳۱ء

۱۴۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، ''وے صورتیں الٰہی''، ص ۳۶۵

۱۵۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، ''سرگزشتِ اقبال''، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۳۵۵

۱۶۔ روزنامہ ''انقلاب''، ۸ ستمبر ۱۹۳۱ء

۱۷۔ ایضاً، یک شنبہ، ۱۰ مئی، ۱۹۳۱ء

۱۸۔ علی محمد راشدی، پیر، ''مولانا غلام رسول مہر اور پاکستان اسکیم- ایک مطالعہ''، مرتبہ: ابوسلمان شاہجہان پوری، مجلس یادگارِ مہر، کراچی، نومبر ۱۹۹۲ء، ص ۴۲-۴۳

۱۹۔ محمد حمزہ فاروقی، ''مہر اور اُن کا عہد''، ص ۱۹۸

۲۰۔ مضمون: ''غلام رسول مہر''، از خلیل الرحمٰن داؤدی، مشمولہ: ''نقوش (شخصیات نمبر)''، ص ۶۴۴

۲۱۔ روزنامہ ''انقلاب''، ۱۸- فروری ۱۹۴۶ء